عقیدۂ توحید کے حقائق ومعارف کشف المحجوب کے تناظر میں

Reality and Depth of the creed Onesies of the Creator in the light of Kashaf ul Mahjoob

ڈاکٹر نعیم انور الازہری[1]

Abstract:

The ultimate truth of this universe is the concept of One-ness of its Creator (Allah). It is the greatest truth of this universe. The creed of the very first man on this Earth was also the oneness of its creator. Hazrat Adam Himself preached humanity, The same teachings. Even all the holy prophets preached the same to, their people/ followers/ nations. The same thought to humanity and hence put and end to all forms of aetheism. Later, his companions (Sahaba), Tabain, Taba Tabain and holy Saints (Auliy-e-Karam) also spread the same massage among people/ masses. One of them (Auliy-e-Karam) is a great perssonality of Hazrat Ali Bin Usman Hujwari, known as Da'ta Gunj Bukhsh in the Indo-Pak subcontinent. He led the whole of his life for the propagation of the same creed. He enlightened people about its pros and cones. Here, in this article, it is mention some of his efforts for the spread of the creed of the Oneness of the Creator of this universe.

حضرت سیّد علی بن عثمان ہجویری المعروف بہ حضرت داتا گنج بخش کی مشہور ومعروف کتاب "کشف المحجوب" کا پہلا جملہ ہی اثباتِ توحید کے لیے کافی وشافی ہے اور جس کے ذریعے آپ عقیدۂ توحید کا اظہار ان الفاظ کے ساتھ کرتے ہیں:

"اے ہمارے ربّ اپنی بارگاہ سے ہم پر رحمتیں نازل فرما اور ہمارے معاملے میں ہمیں راہِ راست کی توفیق عطا فرما اور اللہ ہی ہر خوبی کا سزاوار ہے"۔(۱)

بیانِ توحید سے ابتداء:

اب اس عبارت میں یہ جملہ خاص توحید کا حامل ہے کہ سب سے پہلا مخاطب اور پہلا کلمہ ہی توحید کا ہے کہ "اے ہمارے ربّ" یہ کلمہ سیّد علی ہجویری کے عقیدۂ توحید اور اس عقیدے کی تعلیمات کی مرکزیت کو واضح کرتا ہے کہ آپ اپنے جملہ معاملات کی ابتداء اور انتہاء اللہ ہی کے نام سے کرتے ہیں اور اُسی کو سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہیں۔

---

[1] اسسٹنٹ پروفیسر جی سی یونیورسٹی، لاہور

علاوہ ازیں ربّ کی رحمت کا ذکر کر کے یہ بات واضح کر دی ہے کہ انسان کی ساری زندگی ربّ کی رحمت ہی سے ہے، رحمتِ الٰہیہ کے بغیر زیست خسارہ ہی خسارہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ موحد اولیاء ہمیشہ اور ہر حال میں اپنے ربّ کی رحمت کے طلب گار ہوتے ہیں اور ان کی دعائیں اور مناجات اسی کی طلب میں ہوتی ہیں۔ اولیاء اللہ کے نزدیک انسانی زندگی دلوں کی زندگی سے ہے۔

ذکرِ توحید حیاتِ قلوب ہے:

سیّد علی ہجویری فرماتے ہیں:

''وہ ربّ اپنی بے نیازی اور کبریائی کے انوار سے مُردہ دلوں کو زندگانی عطا کرتا ہے اور اپنے اسماء کی مہک کے ساتھ معرفتِ الٰہی کی خوشبو سے انہیں لطف اندوز ہونے کے مواقع فراہم کرتا ہے''۔(۲)

اس عبارت کے ذریعے آپ نے واضح کیا ہے کہ توحید ایک زندہ قوت اس وقت بنتی ہے جب باری تعالیٰ اپنے بندوں کے مُردہ دلوں کو اپنے ذکر سے زندہ کر دیتا ہے اور بندوں کے دلوں پر اُس کی معرفت کی بارش برستی ہے اور اس کے انوار ذاتِ اور تجلیاتِ صفات کا نزول ہوتا ہے تو وہ دل یادِ الٰہی سے جگمگا اُٹھتے ہیں اور وہ برباد دل آباد ہو جاتے ہیں، یوں خالی خولی دل ذکر الٰہی کی لذت اور معرفت پاتے ہیں اور بندگی کا مقصود اور اس کا کمال خود معرفتِ الٰہی ہی کی منزل ہے، جو انسان کو اللہ کی چاہت اور طلب سے میسر آتی ہے۔

جب انسان اس مقام پر پہنچتا ہے تو وہ اپنے ربّ سے دُور نہیں بلکہ اس کی قربت میں آ جاتا ہے اور اپنے ظاہر اور باطن میں اُس کی راہنمائی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔

عملِ استخارہ دلیلِ توحید ہے:

حضرت سید علی ہجویری فرماتے ہیں کہ کتاب لکھنے کی فرمائش ہوئی لیکن میں نے اس وقت تک نہیں لکھی جب تک اللہ کی بارگاہ سے راہنمائی بصورتِ استخارہ نہیں لے لی۔ مزید برآں فرماتے ہیں: اے طالب! تو نے مجھ سے سوال کے ذریعہ اس کتاب کی درخواست کی تو میں نے استخارہ کیا اور خود کو دلی واردات اور باطنی القاء کے حوالے کر دیا۔ (جب استخارہ میں اذنِ الٰہی حاصل ہو گیا) تو میں نے تمہارے مقصد برآری کی خاطر اس کتاب کے لکھنے کا عزمِ صمیم کر لیا۔(۳)

استخارہ جہاں عملِ رسول اور سنتِ رسول ہے وہاں اولیاء اللہ کا توحید پر استقامت کے باب میں ایک دائمی عمل بھی ہے اور یہی عمل زندگی میں بار بار اُن کو توحید کے جلوؤں سے آشنا کرتا ہے اور اللہ کی ذات پر اُن کے ایمان کو پختہ کرتا ہے اور معرفتِ اور قربت الٰہیہ کے نئے نئے درجات میں ان کی ترقی کا باعث بنتا ہے۔

عبادت و استعانت مظہرِ توحید ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''ایاک نعبدو ایاک نستعین''(۴)

(اے اللہ!) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔''

توحید دو چیزوں سے مستحکم و مضبوط ہوتی ہے: ایک استعانتِ الٰہیہ سے اور دوسری توفیق الٰہیہ سے۔ استعانت، قولی مدد

ونصرت کی دعا ہے اور توفیق، عملی مدد و نصرت کی صورت ہے۔ اولیاء اللہ کا یہی وظیفۂ حیات رہتا ہے کہ وہ ہر حال میں اللہ سے مدد مانگتے ہیں اور اسی سے عمل صالح کی توفیق چاہتے ہیں۔ نہ مانگنے میں کمی کرتے ہیں اور نہ عمل صالح کی خواہش سے پیچھے ہٹتے ہیں۔ ان دو چیزوں پر مواظبت اور ہمیشگی اختیار کر کے اپنے تعلق بندگی کو نہ صرف پختہ کرتے ہیں بلکہ اپنے تصورِ توحید پر استقامت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"ثم استقاموا تتنزل علیھم الملائکۃ" (۵)

''پھر وہ اس پر مضبوطی سے قائم ہو گئے تو ان پر فرشتے اُترتے ہیں۔''

عمل صالح پر استقامت اللہ کی رحمت کا باعث بنتی ہے اور یہی رحمت ایک ناقابل تسخیر قوت بنتی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ان رحمت اللہ قریب من المحسنین" (۶)

''بے شک اللہ کی رحمت احسان شعار لوگوں (یعنی نیکوکاروں) کے قریب ہوتی ہے۔''

یہی رحمت ان کی شناخت اور طاقت بن جاتی ہے۔ اس لیے حضرت علی بن عثمان ہجویری فرماتے ہیں:

''بعدہٗ، اللہ سے استعانت توفیق کی استدعا ہے کہ وہ نوشتہ کو تمام و کمال کرنے میں مدد فرمائے، اظہار و بیان اور نوشت میں اپنی قوت و طاقت پر اعتماد اور بھروسہ کرنا درست نہیں''۔ (۷)

گویا استعانت اور توفیق طلبی کا عمل اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کو توحید کے باب میں ہر حال میں اللہ پر متوسل بنا دیتا ہے۔ حال کی ترقی کے ساتھ ساتھ ان کا توسل اللہ کی ذات پر بڑھتا چلا جاتا ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: "ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ"۔ (۸)

''اور جو شخص اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اللہ اسے کافی ہے۔''

مزید براں فرماتے ہیں کہ مَیں نے جو یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ سے استعانت طلب کرتا ہوں اور اس سے توفیق کی استدعا کرتا ہوں کہ وہ اس نوشتہ کو مکمل کرنے میں میری مدد فرمائے تو اس سے مراد یہ ہے کہ بندے کے لیے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی ناصر و مددگار نہیں ہے۔ وہی ہر نیکی و بھلائی کا معین و مددگار رہے اور زیادہ سے زیادہ بندے کو توفیق مرحمت فرماتا ہے۔ حقیقی توفیق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کے ہر عمل میں بالفعل تائید فرمائے اور اس عمل پر اسے اجر و ثواب کا مستحق بنائے، توفیق کی صحت و درستگی پر کتاب و سنت اور اجماع امت شاہد و ناطق ہے۔

مشائخ طریقت کی ایک جماعت کہتی ہے کہ توفیق اس قدرت کا نام ہے جو بوقتِ عمل نیکیوں پر حاصل ہوتی ہے۔ مزید برآں فرماتے ہیں کہ بندہ جو خُدا کی عطا کردہ قوت سے طاعت و نیکی بجالاتا ہے۔ اس کو توفیق کہتے ہیں۔ (۸)

توحید خود سپردگی کا نام ہے:

اولیاء اللہ کا عقیدۂ توحید یہ ہے کہ وہ اپنے جملہ معاملاتِ حیات، اپنے شب و روز اور اپنی زندگی کے تمام تصرفات حتیٰ کہ اپنی تمام تر خواہشات اللہ کے سپرد کر دیتے ہیں اور ان کا وظیفۂ حیات یہ کلمات ہوتے ہیں:

"وافوض امری الی اللہ" (۹) ''مَیں اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔''

اس لیے حضرت علی بن عثمان ہجویری اپنی کتاب کی نوشت کے لیے استخارے کی اہمیت کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ استخارہ اس لیے کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اور آپ کے اصحاب کو اسے اختیار کرنے کا حکم دیا ہے۔ علاوہ ازیں استخارہ اس آیت کریمہ، کی بنا پر بھی کیا جاتا ہے، جس میں باری تعالی نے ارشاد فرمایا:

"فاذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ من الشیطن الرجیم"(۱۰)

"سو جب آپ قرآن پڑھنے لگیں تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کریں۔"

معرفتِ توحید کا زادِراہ:

سیّد علی ہجویری فرماتے ہیں کہ:

"استعاذہ، استخارہ اور استعانہ سب ایک ہی مفہوم ومعنی رکھتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے تمام کام اللہ تعالیٰ کے سپرد و حوالہ کر کے ہر قسم کی آفتوں سے محفوظ رہنے کے لیے اس سے مدد حاصل کرو"۔(۱۱)

آپ نے یہ تین الفاظ استعمال کر کے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے۔ اولیاء اللہ راہ توحید پر جب چلتے ہیں تو تین تصورات کو اپنے ذہن میں رکھتے ہیں:

سب سے پہلا استعاذہ ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ ایک موحد سب سے پہلے اللہ کی پناہ میں آتا ہے۔ جب وہ خود کو تمام تر خطرات وخدشات سے محفوظ کر لیتا ہے تو پھر اس کی دوسری منزل استخارہ کی ہے۔ اب وہ اپنے استخارے سے اللہ کی حفاظت و پناہ میں آ کر راہنمائی اور ہدایت طلب کرتا ہے۔ اب یہ ہدایت صرف اور صرف اللہ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ پھر اس کے بعد تیسرا مرحلہ یہ آتا ہے کہ بندہ اس ہدایت پر عمل کر کے اپنے رب کی طرف سے متوجہ ہوتا ہے اور عرض گزار ہوتا ہے کہ مولا! میں تیری پناہ وحفاظت میں آ گیا ہوں، اور اب تیری طرف سے ہدایت بھی پا گیا ہوں۔ مولا! اب اس ہدایت کو میرے لیے مستحسن کر دے اور اس ہدایت کو میرا عمل بنا دے اور یہ مرحلہ تیری توفیق ومدد اور استعانت کے بغیر مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس لیے مولا! میں تیرے در پر پڑا ہوں اور سراپا تیری مدد واستعانت چاہنے والا ہوں۔ راہِ توحید کے مسافر کے لیے اس سے بڑھ کر کوئی فکری زادِراہ نہیں ہے۔

معرفتِ توحید حاصلِ حیات ہے:

مزید برآں فرماتے ہیں کہ:

"یہ بھی یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو محل حجاب بنایا ہے تا کہ اپنے اپنے عالم میں ہر طبیعت حق تعالیٰ کے فرمان سے سکون وقرار حاصل کر سکے اور اپنے وجود کو اس توحید میں گم کر دے مگر انسان اس دنیا میں آنے کے بعد ظالم ونادان بن گیا"۔(۱۲)

"انہ کان ظلوماً جھولا"(۱۳) "انسان بڑا بے خبر اور نادان ہے۔"

"رسول اللہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تاریکی میں پیدا فرمایا پھر اس پر روشنی ڈالی(۱۴)۔

فرماتے ہیں پھر یہ حجاب اس جہاں میں اس کی اختیار طبع بن گیا اور اس نے جہل ونادانی کو نہ صرف پسند کیا بلکہ

ان حجابات کا دل و جان سے خریدار و متوالا بن گیا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ جمالِ کشف سے بے خبر اور اسرارِ الٰہی کی تحقیق سے بے پرواہ بن گیا اور وہ عارضی مسکن میں خوش رہ کر اپنی حقیقی فلاح و نجات سے غافل ہو گیا۔ اس طرح وہ توحید سے بے علم، جمالِ احدیت سے بے خبر اور ذائقۂ توحید سے نا آشنا ہو گیا ہے''۔(۱۵)

اس عبارت سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اولیاء اور صلحاء کا مقام یہ ہے وہ توحید کے علم سے، جمالِ احدیت کے جلوؤں سے اور توحید کے ذائقے سے انسانوں کو آشنا کرتے ہیں۔ گویا وہ توحیدِ قال سے توحیدِ حال کی طرف سفر کرتے ہیں اور توحیدِ علم سے توحیدِ مشاہدہ کے کیف سے آشنا ہوتے ہیں۔ توحیدِ خیال سے توحید جمال کی طرف آتے ہیں اور توحید کو ایک ذائقہ اور ایک عملی کیفیت اور ایک تجربی حقیقت سے آشنا کرتے ہیں۔

نفسِ امّارہ اور شرک پرستی:

تاریخ انسانی میں توحید کی حقیقت پر شرک کا رنگ، انسان کی نفسانی خواہشات کی وجہ سے چڑھا ہے۔ انسانی نفس نے انسان سے بڑے بڑے گناہ کرائے ہیں، اور ان گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ، شرک کا ہے۔ نفس کا برائی میں یہ بُرا انجام بھی ہے اور اس کی ظالمانہ انتہا بھی۔ اس لیے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا:

"ان النفس لامارة بالسوء"(۱۶)

''بے شک نفس برائی کا زبردست حکم کرنے والا ہے''۔

گویا برائیوں کی آماجگاہ اور معصیتوں کا منبع، نافرمانیوں اور شرک پرستیوں کی منتھاء، صرف اور صرف نفس امّارہ ہے اور دوسری سمت یہی نفس جب شر اور سوء کو ترک کر دیتا ہے اور خطا و فساد سے تائب ہو جاتا ہے، اپنا تزکیہ و تطہیر کر لیتا ہے، تو یہ نہ صرف رشکِ ملائک بنتا ہے بلکہ کمال بندگی کا اعزاز پاتا ہے اور اللہ کی رضا کا حامل ٹھہرتا ہے اور رضوان من اللہ اکبر اس کی پہچان ٹھہرتی ہے۔(۱۷)

اور باری تعالیٰ ایسے ہی نفس کو بہت پیار بھرے انداز میں ندا دیتا ہے کہ:

"یایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربک راضیة مرضیة"(۱۸)

''اے اطمینان پا جانے والے نفس! تُو اپنے ربّ کی طرف اس حال میں لوٹ آ کہ تو اس کی رضا کا طالب بھی ہو اور اس کی رضا کا مطلوب بھی''۔

نفس اگر اپنی باطل اور مشرکانہ خواہشات سے رُک جائے تو توحید کا سماں ہر طرف پیدا ہو جاتا ہے، قرآن کریم یہی تصور انسان کو نفس کی تربیت اور طہارت کے حوالے سے دیتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"و نهی النفس عن الهوی فان الجنة هی الماوی"(۱۹)

''اور جس بندے نے نفس کو خواہشات سے باز رکھا تو جنت اس کا مسکن ہے''۔

گویا نفس اپنی سب سے بڑی برائی شرک سے رُکتا ہے تو اس پر توحید کے دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں اور توحید ایک

زندہ حقیقت بن کر اثبات کی صورت میں ڈھلتی چلی جاتی ہے۔

اثباتِ توحید اور دلائلِ قرآن:

توحید کے اثبات کے ذیل میں حضرت علی بن عثمان ہجویری المعروف داتا گنج بخش توحید ذات اور توحید صفات پر دلائل دیتے ہیں۔ آیاتِ قرآنی کی روشنی میں توحید ذات پر براہین قائم کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں:

''ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

''فاعلم انه لا اله الا الله''(۲۰)''جان لو یقیناً اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں''۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

''فاعلموا ان الله مولکم''(۲۱)''جان لو یقیناً اللہ ہی تمہارا مولیٰ اور کارساز ہے''۔

مزید برآں فرمایا:''الم ترالی ربک کیف مد الظل''(۲۲)

''کیا تم نے اپنے رب کی قدرت کی طرف نظر نہیں کی کہ اس نے سایہ کو کیسا دراز کیا''۔

اور ارشاد فرمایا:''افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت''(۲۳)

''کیا اونٹ کی طرف نظر نہیں کرتے کہ کیسے پیدا کیا گیا''۔

اور توحید ذات پر سب سے بڑی دلیل دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

''لیس کمثله شیء وهو السمیع البصیر''(۲۴)

''کوئی شے اس کی مثال نہیں، وہی سننے، دیکھنے والا ہے''۔

توحید صفات پر دلائل دیتے ہوئے آپ کشف المحجوب میں رقمطراز ہیں:

اس حوالے سے باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''انه علیم بذات الصدور''(۲۵)

''بے شک وہی سینوں کے بھیدوں کو جاننے والا ہے''۔

اسی طرح ایک مقام پر فرمایا:

''والله علی کل شیٔ قدیر''(۲۶)''اور اللہ ہر شے پر قادر ہے''۔

''وهو السمیع العلیم''(۲۷)''وہی سننے، دیکھنے والا ہے''۔

''فعال لما یرید''(۲۸)''جو چاہتا ہے کرتا ہے''۔

''هو الحی لا اله الا هو''(۲۹)''وہی زندہ و باقی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں''۔

''قوله الحق وله الملک''(۳۰)''اس کا کلام سچا اور اسی کی بادشاہت ہے''۔

شرک انسانوں میں کیسے آتا ہے۔ اس حقیقت کو منکشف کرتے ہوئے آپ ''کشف المحجوب'' میں ارشاد فرماتے ہیں:

"العجز عن درک الا دراک ادراک
والوقف فی طرق الاخیار اشراک"(۳۱)

''علم کے ادراک سے عاجز رہنا ہی علم وادراک ہے۔نیکیوں کی راہ سے ہٹ جانا شرک کے برابر ہے''۔

اس شعر کے ذریعے آپ نے شرک کے تصور کو عام فہم انداز میں واضح کر دیا کہ شرک ،نیک اور صالح اور منعم لوگوں کی راہ سے ہٹنا ہے اور صراط مستقیم کو چھوڑنا ہے۔اس لیے باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں توحید پرست اور انعام یافتہ لوگوں کا تذکرہ ان الفاظ میں کیا ہے:

"فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین وحسن اولئک رفیقاً"(۳۲)

''یہی لوگ روزِ قیامت ان ہستیوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے خاص انعام فرمایا ہے جو کہ انبیاء ،صدیقین،شہداء اور صالحین ہیں اور یہ بہت اچھے ساتھی ہیں۔''

اللہ کے انعام یافتہ بندے اللہ ہی کی خبر دیتے ہیں اور اسی کی معرفت اور قربت سے آشنا کرتے ہیں اور اسی کی بندگی کا اصرار کرتے ہیں اور اسے ہی وحدہ لاشریک ماننے کی تبلیغ کرتے ہیں

کشف المحجوب کی رُوح بیانِ توحید ہے:

کشف المحجوب کا مکمل طور پر مطالعہ کر لیں،آپ کے سارے بیانات سے ایک چیز بڑی واضح طور پر محسوس ہوتی ہے وہ ہے روحِ توحید۔ بیانِ فقر ہو یا بیان تصوف،صوفیاء کے حالات زندگی کا تذکرہ ہو اور یا ان کی تعلیمات کا ذکر،کبھی ان کے اوصاف حمیدہ میں اور کبھی ان کے معاملات کے بیان میں،حتیٰ کہ کبھی ان کے لباس وملبوسات کے اظہار میں،کبھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حالات کا تذکرہ کرتے ہیں اور کبھی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے احوال کا،اسی طرح کبھی ائمہ اہلبیت رضی اللہ عنہم کا ذکر کرتے ہیں کبھی اصحاب صفہ رضی اللہ عنہم کا،کبھی تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کبھی تبع تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔کبھی امام اعظم ابوحنیفہ کا ذکر ہے۔کبھی اولیاءِ کبار کا تذکرہ ہے۔کبھی تصوف میں مختلف فرقوں کے احوال کا بیان ہے،کبھی ایثارِ نفس کی بات ہے اور کبھی تزکیۂ نفس کا ذکر ہے اور کبھی ولایت اور مقامِ ولایت کا تذکرہ اور کبھی کرامت کے اثبات کا بیان ہے اور کبھی واقعات وکراماتِ اولیاء کے حسین تذکرے ہیں۔کبھی فنا وبقا کی بات ہے اور کبھی جمع وتفرقہ کی بات ہے۔کبھی معرفت کا بیان ہے اور کبھی مکشوفاتِ ثامنہ کا ذکر ہے۔ان میں سے کشفِ معرفتِ توحید،محبت،توبہ،زکوۃ،روزہ،حج،صحبت کے آداب،حال اور مقام حال کا بیان ہے اور آخری بحث سماع کے جواز اور آداب سے متعلق ہے۔

غرضیکہ پوری کتاب کا ایک ایک نقطہ بالواسطہ اور بلاواسطہ جس حقیقت کو عیاں اور ثابت کرتا ہے،وہ توحید ہی ہے۔اب ہم کتاب کے چیدہ چیدہ مقامات سے اس بات کو دلائل وحقائق کے پیمانے میں ثبوت وتحقق کے دھارے تک لاتے ہیں۔

اہلِ فقر اور بیانِ توحید:

فقر کے باب میں بیان کرتے ہیں کہ ماسویٰ اللہ سے دل کو فارغ رکھنے کا نام فقر ہے۔(۳۳) مزید برآں قرآنِ کریم سے

اس پر دلیل اس آیت سے لاتے ہیں:

"یاایھا الناس انتم الفقراء الی اللہ" (۳۴) "اے لوگو، تم خدا کے محتاج ہو"۔

فقیری اور فقر میں نکتۂ کمال کیا ہے۔ اس طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت شبلی کا قول نقل کرتے ہیں:

"فقیر وہ ہے جو اللہ کے سوا کسی چیز میں راحت نہ پائے" (۳۵)

اور حضرت جنید بغدادی نے اولیاء اور فقراء کی پہچان ہی توحید اور معرفتِ توحید کو قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"اے گروہ فقراء! تم لوگوں میں اللہ والوں کی حیثیت سے جانے جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے کی وجہ سے تمہاری تعظیم کی جاتی ہے۔ جب تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ تنہائی میں ہو تو اپنا جائزہ لیا کرو کہ فی الواقع تمہارے تعلق باللہ کا کیا حال ہے"۔ (۳۶)

اہلِ تصوف اور حقیقتِ توحید:

تصوف کیا ہے اور ایک صوفی کی پہچان و شناخت کیا ہے، اس حوالے سے حضرت شبلی کا قول نقل کرتے ہیں کہ:

"الصوفی لا یری فی الدارین مع اللہ غیر اللہ"۔ (۳۷)

"صوفی وہ ہے جو دونوں جہانوں میں بجز ذات الٰہی کے کچھ نہ دیکھے"۔

گویا ایک صوفی و متصوف کا مقصود دونوں جہانوں میں اللہ کی معیت، قربت اور معرفت کو پانا ہے۔ اس مقصد کے لیے وہ اپنا تزکیۂ نفس کرتا ہے۔ صغائر اور کبائر سے بچتا ہے، حرام و ممنوعات سے اعراض کرتا ہے، خود کو سراپا تعمیل احکامِ الٰہیہ بناتا ہے، نفس کو تمام رذائل سے پاک کرتا ہے، اور تزکیۂ نفس کی منزل حاصل کرتا ہے تاکہ اس کا دل معرفتِ الٰہی کا حامل ٹھہرے۔ اسے عرفانِ ذات سے عرفانِ الٰہی کی منزل حاصل ہو، جب اس مقام پر انسان پہنچتا ہے وہ سراپا حسنِ اخلاق بن جاتا ہے۔

اس لیے حضرت مرتعش فرماتے ہیں:

"التصوف حسن الخلق"۔ (۳۸) "اخلاق حسنہ کو اپنانے کا نام تصوف ہے"۔

اسی حقیقت کو حضرت ابوعلی قزوینی بیان کرتے ہیں:

"التصوف ھو الاخلاق الرضیۃ" (۳۹)

"پسندیدہ اور محمودہ افعال واخلاق کا نام تصوف ہے"۔

آئمہ طریقت اور معرفتِ توحید:

حضرت اویس قرنی تابعین میں سے ہیں اور حضرت علی ہجویری نے ائمہ طریقت اور طبقہ تابعین میں سر فہرست ان کا ذکر کیا ہے، ان کے نزدیک توحید کی اہمیت یہ ہے۔ فرماتے ہیں:

"السلامۃ فی الوحدۃ" (۴۰) "سلامتی توحید ہی میں ہے"۔

توحید کی یہ معرفت کس کو حاصل ہوتی ہے، اس دولتِ معرفت کو کیسے حاصل کیا جا سکتا ہے اور کون لوگ اس نعمت کو پانے

والے ہو سکتے ہیں، ان کے لیے معیار یہ ہے کہ:

"لان الوحدة صفة عبد صاف" (۴۱)

"وحدت و توحید صاف دل بندے کو میسر آتی ہے"۔

اور ایسے لوگوں کے لیے اللہ کافی وشافی ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا:

"الیس اللہ بکاف عبدہ" (۴۲) "کیا اللہ بندے کے لیے کافی نہیں ہے"

حضرت ذوالنون مصری توحید کے باب میں بیان کرتے ہیں کہ:

"العارف کل یوم اخشع لانہ فی کل ساعة من الرب اقرب"۔ (۴۳)

"خشیتِ الٰہی میں عارف کا ہر لحظہ بڑھ کر ہے، اس لیے کہ اس کی ہر گھڑی ربّ سے زیادہ قریب ہے"۔

حضرت سعید بن مسیب کے پاس مکۃ المکرمہ میں ایک شخص آیا اور آکر سوال کیا کہ مجھے ایسا حلال بتایئے جس میں حرام کا شائبہ تک نہ ہو اور مجھے ایسا حرام بتایئے جس میں حلال کا شک تک نہ ہو۔ آپ نے اس سوال کا یوں جواب دیا:

"ذکر اللہ حلال لیس فیہ حرام، ذکر غیرہ حرام لیس فیہ حلال" (۴۴)

"اللہ کی توحید کا ذکر ایسا حلال ہے جس میں حرام کا شائبہ بھی نہیں اور توحید کے علاوہ غیر اللہ کا ذکر ایسا حرام ہے جس میں ذرّہ بھر حلال نہیں"۔

اولیاء اللہ زبان سے ذکرِ توحید اور ذکرِ الٰہی کے علاوہ کسی اور ذکر کو نہ پسند کرتے ہیں اور نہ ہی زندگی میں اس کے قریب جاتے ہیں بلکہ اس سے اس طرح بچتے ہیں جس طرح انسان حرام سے بچتا ہے اور ذکرِ توحید کو اس طرح ہمہ وقت اختیار کرتے ہیں جس طرح انسان ہر کھانے میں حلال کو اختیار کرتا ہے۔

حضرت منصور بن عمار بیان کرتے ہیں کہ توحید یہ ہے کہ انسان اپنے ربّ کی بارگاہ میں محتاج بن جائے، اس کے دَر ہی کا حاجت مند بن جائے، اپنے ظاہر و باطن میں اُسی کی طرف متوجہ ہو جائے، بقیہ ساری دُنیا سے بے نیاز ہو جائے اور اُس کی نیاز مندی کو اپنی سعادت مندی اور خوش بختی جانے۔ آپ بیان کرتے ہیں:

"الناس مفتقر الی اللہ و من ھو افتقارہ الیہ و استغنائہ بہ عن غیر"۔ (۴۵)

"لوگ ربّ کی طرف محتاج ہوتے ہیں جو اس کی طرف اخلاص سے محتاج ہوتا ہے وہ غیروں سے بے نیاز اور بے پرواہ ہو جاتا ہے"۔

ایک ہی چیز ہے جو انسان کو دو عالم سے بے نیاز کرتی ہے وہ ہے توحید کی قوت، اور وہ اللہ کا ذکر ہے اور وہ ربّ کی طرف انسان کی رغبت ہے اور انسان کا اپنے مولا سے واصل ہونا ہے، جسے توحید کے جام سے وصالِ الٰہی کی منزل حاصل ہو جاتی ہے وہ پھر کسی کو اپنے خاطر قلب میں نہیں لاتا۔

حضرت ابو علی محمد بن قاسم رود باری بیان کرتے ہیں کہ اللہ کی توحید کی معرفت اور ادراک میں انسان کے دو مقام ہیں: پہلا مقام "مرید" کا ہے اور دوسرا مقام "مراد" کا ہے۔ آپ ان دونوں مقامات کی وضاحت ان الفاظ کے ساتھ کرتے

ہیں:

"المرید لا یرید لنفسہ الا ما اراد اللہ لہ و المراد لا یرید من الکونین شیئا غیرہ" (۴۶)

''مرید وہ ہے جو اپنے لیے کچھ نہ چاہے بجز اس کے جو اللہ تعالیٰ اس کے لیے چاہے اور ''مراد'' وہ ہے جو دونوں جہانوں میں خدا کے سوا کسی چیز کو نہ چاہے''۔

اسی حقیقت کو حضرت ابوالعباس قاسم بن مہدی سیاری بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"التوحید ان لا یخطر بقلبک ما دون توحید" (۴۷)

''توحید یہ ہے کہ دل میں حق تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے کا تصور نہ ہو''

دل، جو مرکز خواہشات ہے، دل جو منبع خیالات ہے، دل جو مصدرِ تصورات ہے، دل جو مخرجِ نظریات ہے، اگر یہ دل اعتقاداتِ توحید سے آراستہ و پیراستہ ہو جائے تو شرک کی ہر صورت اس سے نیست و نابود ہو جائے حتیٰ کہ دل ذکر الٰہی میں نہ صرف جاری ہو جائے بلکہ اسی میں محو اور فنا ہو جائے'' تو یہ توحید کا وہ مقام ہے جہاں دل میں سوائے اللہ کے کسی کی یاد نہیں ہوتی اور زبان پر کسی غیر اللہ کا تذکرہ نہیں ہوتا، اور یوں وہ نفس وطبیعت کی ہر خواہش کو توحید کے تابع کر دیتا ہے۔

اسی حقیقت کو حضرت ابوعبداللہ محمد بن خفیف یوں بیان کرتے ہیں:

"التوحید الاعراض عن الطبیعۃ" (۴۸)

''طبیعت کا خواہشات سے منہ موڑنا ہی توحید کا قیام ہے''

طبیعت اور نفسانی خواہشات انسان کے لیے توحید کے باب میں حجاب بن جاتی ہیں۔ اگر انسان اسی طبیعت اور خواہشات کو توحید کے تابع کرے تو تبھی بندہ، بندۂ رحمان بنتا ہے وگرنہ توحید سے دُور اور شرک پرستی کے ذریعے وہ بندہ، بندۂ شیطان بنتا ہے۔

توحید ایک مسلّمہ حقیقت ہے:

کشف المحجوب میں حضرت علی بن عثمان ہجویری قرآن حکیم، احادیث نبویہ اور اقوالِ آئمہ کے تناظر میں مدلل اور جامع بحث کرتے ہیں، قرآن حکیم سے دلائل کا تذکرہ کرتے ہیں۔ شرک کی نفی کرتے ہوئے اور توحید کی طرف متوجہ کرتے ہوئے اس آیت کریمہ کا ذکر کرتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"لا تتخذوا الٰھین اثنین انما ھو الہ واحد" (۴۹)

''تم دو معبود نہ بناؤ بلاشبہ معبود ایک ہی ہے''

مزید برآں اس آیت کی طرف متوجہ کرتے ہیں جس میں باری تعالیٰ صیغہ تخاطب سے مخاطب ہوتے ہوئے اعلان کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"والھکم الہ واحد" (۵۰) ''تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے''

اس آیت کے ذریعے واضح کرتے ہیں کہ توحید ''الہ واحد'' کا نام ہے۔ پھر الہ واحد کی تفسیر سورۃ التوحید کی اس آیت سے کرتے ہیں کہ الہ واحد کا مصداق کون ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"قل هو الله احد"۔(۵۱)"تم فرما دو کہ اللہ اکیلا ہے"۔

اس آیتِ کریمہ نے عقیدۂ توحید کو تمام تر جہات سے واضح کر دیا ہے کہ عقیدۂ توحید لفظ "قل" سے رسول اللہ ﷺ کی زبان کے ذریعے معبودیت کے باب میں اللہ ربّ العزت کے لیے اعلانِ احدیت ہے، اب عقیدۂ توحید قرآن کی زبان میں "هو الله احد" ہے، جو کوئی اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کی ذات میں احد مانتا ہے اور جو اللہ تبارک وتعالیٰ کو اس کی صفات میں احد جانتا ہے، وہ موحد ہے، توحید پرست ہے۔ اللہ ربّ العزت کو احد، ذات اور صفات میں ماننے سے شرک کی تمام صورتوں کا خاتمہ ہو جاتا ہے، اور احد کے اقرار سے توحید اپنے کمال کو پہنچتی ہے۔ احد کے انکار سے شرک جنم لیتا ہے، احد کی شان پر ایمان ویقین رکھنے سے عقیدۂ توحید معرض وجود میں آتا ہے، اور یہ عقیدہ اپنے دامن میں اتنی بڑی نیکی رکھتا ہے کہ انسان کی بخشش ومغفرت اور دنیوی اور اُخروی نجات کے لیے یہ سب اعمال پر بھاری بھی ہے اور حتمی اور قطعی کامیابی کا ضامن بھی ہے۔ اس لیے رسول اللہ نے ارشاد فرمایا:

"بینما رجل فیمن کان قبلکم لم یعمل خیر اقط الا التوحید فقال لاهله اذا امت فاحرقونی ثم استحقونی ثم ذرونی نصفی فی البر و نصفی فی البحر فی یوم رائح فقال عز و جل للریح و الماء اجمعا ما أخذتما فاذا هو بین یدیه فقال له ما حملک علی ما صفت فقال استحیاء منک فغفر له"۔(۵۲)

"تم سے پہلے ایک شخص گزرا ہے جس کی کوئی نیکی توحید کے سوا نہ تھی۔ اس نے اپنے گھر والوں سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے جلا دینا پھر خاکستر کو خوب باریک کر کے تیز ہوا کے دن آدھا خشکی میں اور آدھا دریا میں بہا دینا۔ (گھر والوں نے ایسا ہی کیا)۔ اللہ تعالیٰ نے ہوا اور پانی سے فرمایا: جو تم نے پھیلایا ہے ان سب کو اکٹھا کرو اور میرے حضور لاؤ۔ جب خدا کے حضور وہ پیش ہوا تو حق تعالیٰ نے اس سے فرمایا: تجھے کس چیز نے اپنے ساتھ ایسا سلوک کرنے پر آمادہ کیا؟ اس نے عرض کیا۔ خدایا! مجھے تیری حیاء دامن گیر تھی، (اس لیے میں نے اپنی جان پر ایسا ظلم کیا ہے) چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے بخش دیا"۔

توحید کا کمال فنافی اللہ ہونا ہے:

حضرت سیّد علی ہجویری توحید کی اقسامِ ثلاثہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"توحید کی پہلی قسم یہ ہے کہ جس میں خود حق تعالیٰ کے بارے میں جانا جائے کہ وہ اکیلا ہے، اور دوسری قسم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی توحید ہے جو مخلوق کے لیے ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ خدا کے حکم کو بندے توحید تسلیم کریں، اور تیسری قسم یہ ہے کہ مخلوق کی توحیدِ خدا کے لیے، اس سے مراد یہ ہے کہ مخلوق یہ جانے کہ اللہ ایک ہے"۔(۵۳)

پس ان تینوں اقسام میں وحدت اور احدیت کا نام "توحید" ہے۔ حضرت علی بن عثمان ہجویری اپنی اس معرکۃ الآراء کتاب "کشف المحجوب" میں حضرت حسین بن منصور حلاج کا قول توحید کے باب میں نقل کرتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں، توحید یہ ہے کہ:

"اول قدم فی التوحید فناء التفرید" (۵۴) "توحید میں پہلا قدم تفرید کا فنا کرنا ہے"۔

تفرید میں توجہ، غیر اللہ کے اثبات کی طرف جا سکتی ہے۔ توحید میں سراسر وحدانیت کا تصور ہے، تفرید میں اشتراک ممکن ہے، جبکہ توحید میں شرک کی سراسر نفی ہی نفی ہے۔

توحید میں ایک مقام آتا ہے۔ حضرت محمد بن علی المعروف واستانی فرماتے ہیں:

"التوحید عنک موجود وانت فی التوحید مفقود"۔(۵۵)

"تم سے متعلق توحید موجود ہے لیکن تم توحید میں غیر موجود ہو، گویا کہ توحید میں یہ مقام فنائیت ہے"۔

التوحید عنک موجود: اس بیان میں توحید کا جامع ذکر کر دیا ہے، اور سب حقائق توحید کو بیان کر دیا ہے۔ دوسرے مصرعے میں توحید اپنے کمال پر دکھائی دیتی ہے۔ توحید میں کوئی موجود نہیں ہوتا۔ سوائے اللہ کے، پس اُسی اکیلے خدا کو جاننا اور ماننا توحید ہے۔

توحید کے باب میں تمام اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور اولیاء کے سرتاج حضرت جنید بغدادی کی رائے میں، سب سے افضل اور جامع ومانع بیان حضرت ابوبکر صدیق کا ہے، جسے حضرت جنید بغدادی یوں بیان کرتے ہیں:

"اشرف کلمة فی التوحید قول ابی بکر من لم یجعل لخلقه سبیلاً الی معرفة الا بالعجز عن معرفته"۔(۵۶)

"توحید کے بیان میں سب سے زیادہ، افضل واشرف کلام حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا قول ہے۔ آپ فرماتے ہیں: پاک ہے وہ ذات جس نے مخلوق کو اپنی معرفت کی راہ یوں دکھائی کہ تم اُس کی کامل معرفت سے عاجز ہو"۔

اللہ کی ذات کا کامل ادراک انسان کے بس میں نہیں۔ اس لیے وہ اس کی کامل معرفت سے عاجز ہے۔ توحید کی معرفت کے باب میں بندہ کا کمال عجز ہے، بندے کو جب اپنی ذات کی معرفت ہوتی ہے تو اسے معرفتِ خدا نصیب ہو جاتی ہے، بالواسطہ معرفت کا حصول ممکن ہے جبکہ بلاواسطہ معرفت عجز لاتی ہے، جبکہ عارفانِ توحید کی راہ یہ ہے:

"من عرف نفسه فقد عرف ربه" (۵۷)

"جس نے اپنے نفس کی معرفت حاصل کر لی اُس نے خدا کی معرفت حاصل کر لی"۔

حضرت ابوبکر صدیق کے قول کے مطابق توحید کی کامل معرفت عجز ہے۔ اس لیے کہ توحید کی معرفتِ کامل میں خود حجاب الموحد حائل ہے۔ اس لیے حضرت شبلی فرماتے ہیں:

"التوحید حجاب الموحد عن جمال الاحدیته" (۵۸)

"توحید، موحد کے لیے جمالِ احدیت سے حجاب ہے"۔

ایک موحد کے یہ حجابات، عبادت وریاضت، زُہد وورع اور محنت ومجاہدہ سے دُور ہوتے ہیں، وہ ذات اپنا عرفانِ توحید خود بندوں کو اُن کی استطاعت وصلاحیت کے مطابق عطا کرتی جاتی ہے۔ جو جتنا اس کی معرفت میں مخلص ہوتا ہے، اس پر اسی قدر حجابات

مرتفع ہوتے چلے جاتے ہیں۔ بعض اولیاء اللہ کے نزدیک توحید علم ضروری کی طرح ہے۔

ابتداء میں حقیقتِ توحید علمِ نظری اور علمِ کسبی کی حیثیت رکھتی ہے مگر رفتہ رفتہ یہ علمِ ضروری کی طرح ہوجاتی ہے۔ یہ انسان کے دل میں موجود ہے مگر انسان اس کے حصول اور عدم حصول سے عاجز ہوتا ہے۔ قرآن کریم اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے، توحید ایک زندہ حقیقت ہے جو تمہارے اندر موجود ہے:

"وفی انفسکم افلاتبصرون"(۵۹)

''اور خود تمہارے نفسوں میں بھی ہے، سو کیا تم دیکھتے نہیں ہو۔''

خلاصۂ کلام:

اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ ''وفی انفسکم '' سے توحید کا سفر کرتے ہیں اور ''سنریھم آیاتنا فی الافاق وفی انفسھم'' کے دائرے میں توحید کے متلاشی رہتے ہیں۔ لیکن یہ اللہ ھو کی ضربوں اور اللہ، اللہ کی صداؤں سے، ذکر جلی اور ذکر خفی کے نظاروں سے اپنی خلوت اور جلوت میں اُس کے مشاہدوں سے، دن کی روشنیوں اور رات کی ظلمتوں میں، اُس کی تجلیوں سے لا الٰہ کا سفر کرتے ہوئے الا اللہ تک پہنچتے ہیں، اور پھر اللہ ہی اللہ کے جلوؤں اور نظاروں میں کھو کر توحید کی معرفت حاصل کرتے ہیں۔ یوں توحید ان کی زندگی کا مرکز و محور بن جاتی ہے۔ ان کا قال بھی توحید سے آشنا ہے اور فعل بھی توحید کا آئینہ دار ہے اور حال بھی توحید کا عکاس ہے۔ توحید کی حیثیت ان کی زندگی میں ایسے ہی ہے جیسے جسم میں روح کو حاصل ہے۔ جسم کی حیات رُوح سے ہے، اولیاء اللہ کی حیات توحید کی مے کشی میں ہے، ان کی حیات کا پل پل توحید سے معمور ہے، ان کی حیات سے صادر ہونے والی تعلیمات توحید سے مزین ہیں، ان کی دعوت توحید، ان کی مجلس توحید، ان کا قول توحید، ان کا فعل توحید، ان کا حال توحید، حتی کہ ان کی ساری حیات توحید، اور ان کی تعلیمات توحید حتیٰ کہ ان کے فیوضات اور تصرفات توحید کی قوت سے مملو ہوتے ہیں۔ ان کی تو پہچان ہی توحید سے ہے، اس لیے یہ ہر چیز سے کٹ کر اُس سے جڑے رہتے ہیں، اور انہیں بھی پھر دنیا کے کسی رشتے، کسی تعلق اور کسی قرابت سے وہ علاقہ نہیں ہوتا جو انہیں اپنے ربّ سے ہوتا ہے۔ یہ اس کی توحید کے نشے میں اس کے حکم پر، ہر کسی سے کٹتے ہیں اور اُس سے جڑتے ہیں۔ ان کا وظیفۂ حیات ان آیات کا حامل ہوتا ہے:

"واذکروا اللہ کثیرا"(۶۰)

''اور اللہ کو کثرت کے ساتھ یاد کیا کرو۔''

"واذکر اسم ربک وتبتل الیہ تبتیلا"۔(۶۱)

''اور اپنے ربّ کا نام ذکر کرتے رہیں اور ہر ایک سے ٹوٹ کر اسی کے ہو رہیں۔''

اولیاء اللہ توحید میں کامل معرفت کے لیے اپنے وجود کو بھی نیست میں تبدیل کرتے ہیں۔ وہ اپنی ذات کے وجود سے عدم کی طرف سفر کرتے ہیں اور وہ اپنی ہستی کے ہست سے نیست کی طرف راغب ہوتے ہیں وہ توحید میں فنا ہوکر بقائے دوام کی منزل حاصل کرتے ہیں۔ وہ بظاہر چلے جاتے ہیں مگر توحید پر ان کی ثابت قدمی اور توحید میں ان کی فنائیت ان کو ہمیشہ لوگوں کے دلوں میں زندہ رکھتی ہے۔ توحید کے ساتھ ان کا یہ وہی تعلق ہے جو ان کو حیاتِ جاوداں سے نوازتا ہے، ہر دل میں ان کو محبوب کرتا ہے، ہر دل ان کی طرف کھنچتا ہے۔ یہ دنیا سے رخصت ہوکر بھی توحید کی شمع اپنے فیض و تعلیمات سے فروزاں کرتے رہتے ہیں۔ انسانیت ان کو پڑھتی ہے اور ان کے احوالِ حیات کو لکھتی ہے اور ان کے انوارِ سیرت سے معرفتِ توحید کے جام پیتی ہے۔

حوالہ جات

۱۔ الہجویری، علی بن عثمان، المشہور بہ داتا گنج بخشؒ، کشف المحجوب مترجم غلام معین الدین نعیمی، قادری رضوی کتب خانہ، گنج بخش روڈ، لاہور، دسمبر ۲۰۱۰ء، ص ۲۷۔
۲۔ ایضاً، ص ۲۷
۳۔ ایضاً، ص ۲۸
۴۔ الفاتحہ ۱:۴
۵۔ حم السجدہ ۴۱:۳۰
۶۔ الاعراف ۷:۵۶
۷۔ الہجویری، علی بن عثمان، کشف المحجوب مترجم غلام معین الدین، ص ۲۸
۸۔ الطلاق ۶۵:۳
۹۔ المومن ۴۰:۴۴
۱۰۔ النحل ۱۶:۹۸
۱۱۔ کشف المحجوب، ص ۳۰۔
۱۲۔ ایضاً۔
۱۳۔ الاحزاب ۳۳:۷۲
۱۴۔ جامع ترمذی، ج ۲، ص ۷۰
۱۵۔ کشف المحجوب، ص ۴۶۔
۱۶۔ یوسف ۱۲:۵۳
۱۷۔ التوبہ ۹:۷۲
۱۸۔ الفجر ۸۹:۲۸
۱۹۔ النازعات ۷۹:۴۱
۲۰۔ محمد ۴۷:۱۹
۲۱۔ الانفال ۸:۴۰
۲۲۔ الفرقان، ۲۵:۴۵
۲۳۔ الغاشیہ ۸۸:۱۷
۲۴۔ الشوریٰ ۴۲:۱۱
۲۵۔ الانفال ۸:۴۳
۲۶۔ آل عمران ۳:۲۹
۲۷۔ الشوریٰ ۴۲:۱۱
۲۸۔ ہود ۱۱:۱۰۷
۲۹۔ المومن ۴۰:۶۵
۳۰۔ الانعام ۶:۷۳
۳۱۔ کشف المحجوب، ص ۶۰۔
۳۲۔ النساء ۴:۴۹
۳۳۔ کشف المحجوب، ص ۶۷۔
۳۴۔ فاطر ۳۵:۱۵
۳۵۔ کشف المحجوب، ص ۶۹۔
۳۶۔ ایضاً، ص ۷۱۔
۳۷۔ ایضاً، ص ۷۳۔
۳۸۔ ایضاً، ص ۸۸۔
۳۹۔ ایضاً، ص ۸۹۔
۴۰۔ ایضاً، ص ۱۴۵۔
۴۱۔ ایضاً، ص ۱۴۵۔
۴۲۔ ایضاً، ص ۱۴۶۔
۴۳۔ ایضاً، ص ۱۶۷۔
۴۴۔ ایضاً، ص ۱۵۰۔
۴۵۔ ایضاً، ص ۱۹۹۔
۴۶۔ ایضاً، ص ۲۳۸۔
۴۷۔ ایضاً، ص ۲۳۸۔

۴۸۔ ایضاً، ص ۲۳۹۔
۴۹۔ النحل ۱۶:۵۱
۵۰۔ البقرہ ۲:۱۶۳۔
۵۱۔ سورہ الاخلاص ۱۱۲:۱
۵۲۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم۔
۵۳۔ کشف المحجوب، ص ۳۹۷۔
۵۴۔ ایضاً، ص ۳۹۸۔
۵۵۔ ایضاً، ص ۲۴۶۔
۵۶۔ ایضاً، ص ۴۰۲۔
۵۷۔ ایضاً، ص ۴۰۳۔
۵۸۔ ایضاً، ص ۴۰۳۔
۵۹۔ الذاریات ۵۱:۲۱
۶۰۔ الانفال ۸:۴۵
۶۱۔ المزمل ۷۳:۸